شئون علمیہ

حضرت سلیمانؑ کا بیڑہ

کتاب "عہد قدیم" میں مذکور ہے کہ "بلقیس ملکۂ سبا نے حضرت سلیمان کی زیارت ان کے پایۂ تخت یروشلم میں اس غرض سے کی تھی کہ وہ اُن کی ثروت و دولت اور مملکت و سلطنت کا مشاہدہ کرے اور اُن کی حکیمانہ باتوں سے مستفید ہو" لیکن محققین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ ملکۂ سبا اور حضرت سلیمان کی ملاقات محض رسمی اور دونوں ملکوں کے درمیان اقتصادی تعلقات پر گفتگو کرنے کے لیے تھی۔

اصل واقعہ یہ بتایا جاتا ہے کہ شام اور یمن کے درمیان جو تجارت ہوتی تھی اُس کے سلسلہ میں قافلوں کو خشکی کی راہ سے جنگلوں کو عبور کر کے جانا پڑتا تھا، اور ان کے راستہ میں شہر سبا بھی واقع ہوتا تھا جس سے گذرنے کے لیے ان لوگوں کو بھاری بھاری ٹیکس ادا کرنے پڑتے تھے۔ سبا کی آمدنی کا دار ومدار زیادہ تر ٹیکس کی اسی رقم پر تھا۔

حضرت سلیمان نے تجارتی قافلوں کی ان مشکلات کو دیکھ کر ایک بحری بیڑہ تیار کرایا جس کے ذریعہ تجارت خشکی کے راستہ کے بجائے بحر احمر کی راہ سے ہونے لگی، اور کشتیاں شام، یمن اور ہندوستان کی اشیاء کو لاد کر صبح و شام روانہ ہونے لگیں۔ حضرتِ سلیمان کے اس بیڑہ سے سبا کے خزانہ کو صدمۂ عظیم پہنچا، اور اس میں دن بدن کمی واقع ہونے لگی، یہ دیکھ کر ملکۂ سبا پریشان ہوئی، اور اس نے اس سلسلہ میں حضرت سلیمان سے گفتگو کرنے کے لیے سفر کیا کہ کسی طرح ٹیکس کی آمدنی کچھ نہ کچھ ہر سال وصول ہو جایا کرے۔

حضرت سلیمان نے اپنا یہ بیڑا بحر احمر کے ساحل کی اُس بندرگاہ پر بنایا تھا جہاں آج "تل الخلیفہ" کا گاؤں آباد ہے۔ دسویں صدی قبل مسیح سے لے کر آٹھویں صدی قبل مسیح تک یہ بندرگاہ بہت آباد اور پر رونق رہا۔ یہاں کشتی سازی کے بڑے بڑے کارخانے تھے، اور معدنیات کی صنعت کا کام بھی خوب

ہوتا تھا۔ اور اس کے علاوہ یہ جگہ مچھلی کی بہترین شکارگاہ سمجھی جاتی تھی۔

آج کل پروفیسر میلار بوزدر کی زیرنگرانی امریکہ کا جو مدرسہ یروشلم کے آثار مشرقی کی تحقیقات کر رہا ہے اُس نے ابھی حال میں چند ایسے آثار دریافت کیے ہیں جن سے حضرت سلیمان کے اس بیڑہ اور اس بندرگاہ کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔ یہاں ان محققین کو چند ایسے چولھے ملے ہیں جن میں معدنیات کو گھلا کر صاف کیا جاتا تھا۔ ان کی تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ بندرگاہ شمالی ہواؤں کے بالمقابل تھا۔ اور اس سے غرض یہ تھی کہ جب شمالی ہوائیں چلیں تو چولھوں کی آگ زیادہ مشتعل ہو جائے اور کچھ دنوں تک برابر جلتی رہے۔ یہ بندرگاہ اب ساحل سے نصف میل دور ہٹ گیا ہے لیکن حضرت سلیمان کے زمانہ میں بحر سے بالکل ملا ہوا تھا۔

برتھ کنٹرول اور انسانی ترقی

آج کل جرمنی، ڈنمارک اور ولایات متحدہ امریکہ میں عام علماء علم الاجتماع کا یہ خیال ہے کہ وہ لوگ جو بیمار اور کمزور ہیں اُنھیں عمل جراحی کے ذریعہ برتھ کنٹرول کرنا چاہیے تاکہ بیمار اور کمزور اولاد کے پیدا ہونے سے انسانی سوسائٹی محفوظ رہے۔ ان کی رائے ہے کہ قوم میں کمزور بچوں کا پیدا ہونا تمدن کے لیے سخت مضرت رساں ہے لیکن ان کے بالمقابل علماء کا ایک دوسرا گروہ ہے جو اس خیال کا شدید مخالف ہے۔ اس گروہ کا سب سے بڑا لیڈر ایک انگریز عالم پروفیسر ہالڈین ہے۔ پروفیسر موصوف عہد حاضر میں تاریخ طبیعی کا بہت بڑا عالم سمجھا جاتا ہے۔ اس نے حال ہی میں "وراثت اور سیاست" کے موضوع پر ایک بہترین کتاب تصنیف کی ہے جس میں بڑی قوت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ جو مرد اپنے اوپر عمل تعقیم کراتے ہیں اُن میں سے اکثر کی صحت خراب ہو جاتی۔ اور عورتوں کا تو حال یہ ہے کہ اس عمل کے بعد دس فی صدی مہلک امراض میں گرفتار ہو کر انتقال کر جاتی ہیں۔ پروفیسر ہالڈین نے اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ برتھ کنٹرول اقتصادی یا اجتماعی کسی حیثیت سے بھی سوسائٹی کے لیے مفید نہیں بلکہ سخت مضر ہے۔

موصوف کی کتاب (The Inequality of man) تصنیفات میں بہت ممتاز سمجھی گئی ہے۔

موسیقی کے ذریعہ دیوانگی اور دوسرے امراض کا علاج

امریکہ میں ایک ڈاکٹر ولیم فان ڈی فل ہے جو موسیقی کے ذریعہ مجرموں اور پاگلوں کا علاج کرتا ہے پچھلے دنوں نیویارک کے بعض قید خانوں میں چند قیدی عورتوں نے جیلخانہ کے احکام کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ اُن کو اس حرکت سے روکنے کی متعدد تدبیریں کی گئیں لیکن کوئی کارگر نہ ہو سکی۔ آخر کار محکمہ جیل نے اس ڈاکٹر کو طلب کیا۔ ڈاکٹر نے آتے ہی ان تمام سرکش عورتوں کو اپنے پاس جمع کیا اور جمہوریت کا گیت گانا شروع کر دیا۔ پھر کوئی عشقیہ گیت گایا جس کو اس نے ایک ایسی گیت پر ختم کیا جس میں ماں کی محبت کو بیان کیا گیا تھا۔ اس موسیقی کو سنتے ہی تمام عورتیں اصلی حالت پر آگئیں اور جیلخانہ کا انتظام درست ہو گیا۔ ڈاکٹر موصوف کو کولمبیا کی یونیورسٹی نے اپنے نظریہ کے متعلق لیکچر دینے کے لیے مدعو کیا تھا۔ اور ۱۹۳۰ء میں جیلوں کی اصلاح کے لیے وہاں جو سرکاری کانفرنس منعقد کی گئی تھی اُس میں بھی موصوف نے شرکت کی تھی۔ ہالینڈ کے اصلاحی اداروں میں ڈاکٹر ولیم کے نظریات پر عمل درآمد کیا جاتا ہے اور وہ بہت کامیاب ثابت ہو رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض عجیب و غریب مثالیں دیکھنے میں آئیں۔

شکاگو کی ایک عورت کو اپنے اکلوتے بچہ کی وفات کا اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ پاگل ہو گئی۔ اور بچوں کی صورت سے ہی نفرت کرنے لگی۔ کوئی بچہ اُسے اتفاقاً کہیں نظر آجاتا تو اُسے دیکھتے ہی رونے لگتی اور چیخ و پکار شروع کر دیتی تھی۔ شفاخانہ کے اسٹاف نے مشہور موسیقار براہمس کو بلایا اور اُس نے ماں کی محبت کا گیت کچھ اس انداز سے گا کر اُس عورت کو سنایا کہ وہ اچھی خاصی ہو گئی۔ اور اُس کا تمام مرض جاتا رہا، اور وہ بچوں سے پھر محبت کرنے لگی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ سپلا کو میں پیش آیا۔ ایک عورت کی قوتِ حافظہ بالکل جواب دے چکی تھی کوئی بات یاد ہی نہ رہتی تھی۔ ایک ڈاکٹر نے اس عورت کے خاوند کو بتایا کہ وہ بہترین الحان سے اس کے سامنے وہ گیت گایا کرے جو اُسے بچپن میں سب سے زیادہ مرغوب تھا۔ خاوند نے چند روز تک اس پر عمل کیا تھا کہ بیوی بالکل تندرست ہوگئی اور اُس کی قوت حافظہ عود کر آئی۔

ایک اٹالین نوجوان لڑکی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کی قوت گویائی بالکل سلب ہوگئی تھی تین ماہ تک وہ گنگ کے مرض میں گرفتار رہی۔ آخرکار ایک ڈاکٹر نے مریضہ کی ماں سے کہا کہ وہ اُس کے سامنے اچھی آواز کے ساتھ وہ گیت گایا کرے جس کو وہ اپنے بچپن میں بہت پسند کرتی تھی اور جس میں اس کے آنیوالے ایام عروسی کا ذکر ہوتا تھا۔

اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیقی کو دیوانگی، جنون اور دوسرے سوداوی امراض کے علاج میں بہت بڑا دخل ہے۔ البتہ سب سے اہم بات یہ معلوم کرنا ہے کہ موسیقی کا کونسا حصہ کس مرض کے لیے مفید اور کارآمد ثابت ہوسکتا ہے۔

موسیقی کے ذریعہ امراض کا علاج کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں عرب بھی بعض بعض شفاخانوں میں موسیقی کے جلسے منعقد کرتے تھے۔ اور امریکہ کا مشہور پروفیسر ولیم جیمس بھی شہر بوسٹن کے بعض شفاخانوں میں موسیقی سے علاج امراض کا کام لیتا تھا۔

(س)